

آس



بِشَيْرَ بَدَر

گزشتہ دس بارہ سال سے بشیر بدرا کی غزلیں نیا دوڑیں
 شائع ہوتی رہی ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب ان کی غزلیں
 پہلی بار نیا دوڑیں اشاعت کیلئے آئی تھیں تو ان کے لیے
 کے چونکا دینے والے نئے پن نے جس میں احساس و فکر
 دونوں تازہ تازہ سے تھے مجھے متاثر کیا تھا۔ شعر پڑھتے
 وقت ہلکی ہلکی چھوار پڑنے کا احساس ہوا تھا۔ اس خوف
 میں دو چیزیں تھیں اپنے زمانے کا احساس اور دوسرے
 اپنی روایت سے گہری وابستگی یہی خصوصیت ان کی
 ساری غزلوں میں رنگ بھرتی رہی ہے۔ شروع کی غزلوں
 میں ان کے ہاں تجربہ ساخت کر آتا ہے بعد کی غزلوں میں
 یہ تجربہ پھیلتا نظر آتا ہے۔

بشیر بدرا کی آواز میں ایک نیا پن ہے۔ ان کے
 ہاں نغمگی بھی ہے اور عہد حاضر کی آواز بھی ان کے لیے
 میں دل کو موہالینے والی ایک ایسی جاذبیت ہے کہ یہ
 مجموعہ جدید اردو غزل میں قابل ذکر اہمیت کا حامل
 ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی

آس

بیشیر بدر

حسامی پک ڈپو

چھلی کمان، حیدر آباد - ۲ (ان، پی)

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : آس
مصنف : بشیر بدر

مرتب : طارق سبز واری
اشاعت : فبروری ۱۹۹۳ء

تعداد ... دار

طبعات : اسپینڈ پرنس، سعید آباد، حیدر آباد

ناشر : حسماں بک ڈپو، چھلی کھان، حیدر آباد ۲۴۰۱ (پی)

قیمت : ۳۰ روپے

انتساب

اپنی راحت بدر

کے نام

یہ آرزو تھی تجھے گل کے رو برو کرتے

بیشہر پدر کی غزلوں کے مجموعے

اتج

آمد

آسمان

آس

ترتیب

- ۱ - ہماری شہرتوں کی موت بے نام و نشان ہوگی
 ۹
 ۲ - کوئی نہ جان سکا وہ کہاں سے آیا تھا
 ۱۱
 ۳ - ہمارا درد ہماری دکھی نوا سے لڑے
 ۱۳
 ۴ - آیا ہی نہیں ہم کو آہستہ گز رجانا
 ۱۵
 ۵ - میں نگارِ فکر و نگاہ کو بھول کر بھی صدائِ دُول
 ۱۴
 ۶ - ہم کو کافی ہیں یہی حلقدہ زنجیر سخن
 ۱۹
 ۷ - محفل میں کشاں کوچ دلبران
 ۲۱
 ۸ - خوشبو کوستلیوں کے پروں میں چھپاؤں کا
 ۲۳
 ۹ - یہ چاندنی بھی جن کو بھوٹے ہوئے ڈرتی ہے
 ۲۵
 ۱۰ - وقتِ رخصت کہیں تارے کہیں جگنو آئے
 ۲۶
 ۱۱ - چاند ہاتھ میں بھر کر جگنوں کے سر کاٹو
 ۲۹
 ۱۲ - وہ نہیں ہے تو اس کی آس ہے
 ۳۱
 ۱۳ - بھول سا پکھ کلام اور سہی
 ۳۲
 ۱۴ - سب آنے والے بہلا کر چلے گئے
 ۳۳
 ۱۵ - جو ادھر سے جا رہا ہے وہی بجھ پہ نہ رہا ہے
 ۳۵
 ۱۶ - زخم یوں مسکا کر کھلتے ہیں
 ۳۷
 ۱۷ - دیکتی دھوپ سمندر ہے یہ جزیرے ہیں
 ۳۹
 ۱۸ - پلک چھپتے ہی یہ رات وار کردے گی

- ۱۹ - اُرتی کرنوں کی رفتار سے تیز تر آسمانوں کے
 ۲۰ - ہم کو بھی اپنی سوت کا پورا یقین ہے
 ۲۱ - اس نابینا پیاس سے کواس طرح پلا دینا
 ۲۲ - کس دیس میں یہ قافلہ وقت مر کا ہے
 ۲۳ - صورتِ شمع ساری رات جلو
 ۲۴ - بدڑ دوا نکھیں بہت ڈھونڈ رہی ہیں تم کو
 ۲۵ - کوئی جاتا ہے یہاں سئے نہ کوئی آتا ہے
 ۲۶ - دھوپ کھیتوں میں اُتر کر زعفرانی ہو گئی
 ۲۷ - اپنے پہاڑ غیروں کے گلزار ہو گئے
 ۲۸ - تم کو دیکھا کہ ہرگئے تارے
 ۲۹ - الزام بے وفائی کے ان کو دے رہا ہوں
 ۳۰ - مسافر کے رستے بدلتے رہے
 ۳۱ - تاروں کی چلنیوں سے کوئی بھانکتا بھی ہو
 ۳۲ - جگنو کوئی ستاروں کی مخالف میں کھو گیا
 ۳۳ - سورج بھی بندھا ہو گا دیکھو مر سے بازو میں
 ۳۴ - گلوں کی طرح ہم نے زندگی کو اس قدر جانا
 ۳۵ - کہاں آنکھوں کی یہ سوغات ہو گی
 ۳۶ - سر سے چادر بدن سے قبائل گئی
 ۳۷ - سینے میں آگ آگ میں آہن بھی چالہئے
 ۳۸ - کوئی ہاتھ نہیں خالی ہے

- ۲۹ - گاؤں چھوڑا تو کمی انسکھوں میں کا جل پھیلا
 ۴۹
 ۳۰ - رات کے سمندر میں ڈوب گئی شام
 ۷۱
 ۳۱ - وہ پیاس سے جھونکے بہت پیاس سے لوٹ جاتے ہیں
 ۷۳
 ۳۲ - ہم سے مسافروں کا سفر انتظار ہے
 ۷۵
 ۳۳ - خفہتہ شجر لرزائیٹھ جیسے کہ ڈر گئے
 ۷۷
 ۳۴ - سورج منکھی کے گالوں پر تازہ گلاب ہے
 ۷۹
 ۳۵ - زین میں سے آپ نے زین نور کر نکلتی ہے
 ۸۱
 ۳۶ - چل مسافر بیان جلنے لگیں
 ۸۳
 ۳۷ - مجھے بھلا کے کبھی یاد کر کے روئے بھی
 ۸۵
 ۳۸ - سبز پتے دھوپ کی یہ آگ جب پی جائیں گے
 ۸۷
 ۳۹ - ہر روز ہمیں ملدا ہر روز بچھڑنا ہے
 ۸۹
 ۵۰ - ہوا میں ڈھونڈ رہی ہے کوئی صد امجھ کو
 ۹۱
 ۵۱ - پھر کے جگروالو غم میں وہ روانی ہے
 ۹۳
 ۵۲ - ہمارے واسطے یہ چار دن کی شہرت کیا
 ۹۵
 ۵۳ - دماغ بھی کوئی مصروف چھاپ نہ انہے
 ۹۶
 ۵۴ - اپنی بجائگ بھی ہے کہنے کو کہہ رہے تھے
 ۹۸
 ۵۵ - جب سحر چپ ہو، ہنسالو ہم کو
 ۹۹ ۵۶ شعلہ گل گلاب شعلہ کیا

- ۵۷ - جب تک نگارِ دشت کا سینہ دھانز تھا
۱۰۱
- ۵۸ - ہو رپکارتا ہے روشنی کے پیکر دے
۱۰۳
- ۵۹ - کے خبر تھی تجھے اس طرح بجاوں گا
۱۰۵
- ۶۰ - اب ہے ٹوٹا سادل خود سے نیارسا
۱۰۶
- ۶۱ - خوبیوں کی طرح آیا وہ تیر ہواوں میں
۱۰۹
- ۶۲ - شبنم ہوں سڑخ پھول پہ بکھرا ہوا ہوں میں
۱۱۱
- ۶۳ - سائے اترے پھپی لوٹے بادل بھی چھانے والا ہے ۱۱۳
- ۶۴ - قدم جمانا ہے اور سب کے ساتھ چلنابھی ۱۱۵
- ۶۵ - چاند کا ٹکڑا نرسورج کا نام استندہ ہوں ۱۱۷
- ۶۶ - یاد آب خود کو آرہے ہیں ہم ۱۱۹
- ۶۷ - ہمہ وقت رنج و ملال کیا جو گز گیا سو گز گیا ۱۲۱
- ۶۸ - شیشہ بھی آج سرد و مقصور ہو یا ۱۲۳
- ۶۹ - آہن میں ڈھلتی جائے گی ایکسوں صدی ۱۲۵

ہماری شہرتوں کی موت بے نام و نشان ہوگی
نہ کوئی تذکرہ ہوگا نہ کوئی داستان ہوگی

اگر میں بطننا چاہوں تو کیا میں لوٹ سکتا ہوں
وہ دنیا ساتھ جو میسے کرچلی بھتی اب کہاں ہوگی

پرندے اپسی منقاروں میں سب تارے چھپا لیں گے
جو انی چار دن کی چاندنی ہے پھر کہاں ہوگی

درختوں کی یہ چھالیں بھی اتر جائیں گی پتے کیا
یہ دنیا دھیرے دھیرے ایک دن پھر سے جواں ہوگی

ہوا میں روئیں گی سرمحپور لیں گی ان پیاروں سے
کبھی جب بادلوں میں چاند کی ڈولی رواں ہوگی

کسے معلوم تھا ہم لوگ اک بستر پہ سوتیں گے
حافظت کے لئے تلوار اپنے درمیان ہوگی

پسینہ بند کرے کی اُس کا جذب ہے اُس میں
ہمارے توییے میں دھوپ کی خوشبو کہاں ہوگی

کسی گنام پتھر پہٹ سے نام لکھ دو گے
تو قربانی ہماری اس طرح سے جادوں ہوگی

زمیں تو میری اجداد نے ساری گنوادی ہیں
مگر یہ ایک مٹھی خاک خود اپنا شان ہوگی

سمدر بُوڑھے ہو جائیں گے اور اک فاختہ محل
ہمارے ساحلوں اور جنگلوں کی حکمران موگی



کوئی نہ جان سکا وہ کہاں سے آیا تھا
اور اس نے دھوپ سے بادل گزیوں ٹیا تھا

یہ بات شاید لوگوں کو پرند آئی نہیں
مکان چھوٹا تھا میں کن بہت سجا یا تھا

وہ اب وہاں ہے جہاں راستے نہیں جلتے
میں جس کے ساتھ یہاں پہلے سال آیا تھا

سنابے اسکی پر چینکنے لگے پرندے مجھی
وہ ایک پودا جو ہم نے کبھی لگایا تھا

آس ॥

چراغ ڈوب گئے کیکپیا تے ہونٹوں پر
کسی کا ہاتھ ہمارے بتوں تک آیا تھا

بدن کو چھوڑ کے جانا ہے آسمان کی طرف
سمدرول نے ہمیں یہ سبق پڑھایا تھا

تمام عمر مرا دم اسی دھوئیں میں گھٹا
وہ اک چراغ تھا میں نے اُسے بُجھایا تھا

ہمارا درد ہماری دکھی نواسے لڑے
سلگتی آگ کجھی سر پھری ہوا سے رٹے

میں جانتا ہوں کہ انعام کار گیا ہو گا
اکبیلا پتہ اگر رات بھر ہوا سے رٹے

مرے عزیز مجھے قتل کر کے پھینک آتے
بھلا ہوا کہ مرے لب مری صدائے رٹے

سہری مچھلیاں بادل میں کوند جاتی ہیں
بدن وہی ہے جو بندش میں بھی قبلے رٹے

سیاہ برف میں بھٹھری ہے کامنات مری
کوئی ستارہ اُٹھے لٹک خلا سے رٹے

تمام رات کی خوزیری جنگ کا حامل
بہت اندر چرا تھا اپنے ہی دست دپا سے رٹے

تمہارے شہر میں کیا ہو گیا تھا جس کے لئے
بیشی رو تے ربے رات بھر خدا سے رٹے

آیا ہی نہیں ہم کو آہستہ گزر جانا
شیشے کا مقتدر ہے لہر کے بھر جانا

تاروں کی طرح شب کے سینے میں اُتر جانا
آہست نہ ہو قدموں کی اس طرح گزر جانا

نشے میں سنبھلنے کا فن یوں ہی نہیں آیا
ان زلفوں سے سیکھا ہے لہر کے سور جانا

بھر جائیں گے انھوں میں اچل سے بندھ بال
یاد آئے گا جب گل پرشیتم کا بھر جانا

ہر موڑ پر دو انکھیں ہم سے یہی کہتی ہیں
جس طرح بھی ملکن ہوتم اوث کے گھر جانا

پتھر کو مرا سایہ آئینہ سا چمکاتے
جانا تو مرا شیشہ یوں درد سے بھر جانا

یہ چاند تارے تم اوروں کے لئے رکھ لو
ہم کو یہیں جینا ہے ہم کو یہیں مر جانا

جب ٹوٹ گیا رشتہ سر بنز پھاروں سے
پھرتیز ہوا جانے ہم کو ہے کھڑا جانا



بیں نگاہ فرنگ زنگاہ کو کبھی بھول کر بھی صد از دوں
یہ عجیب شرط دفا ہونی کہ جو تم کہو میں وہی کہوں

کئی اجنبی ترمی راہ میں مرے پاس سے یوں گزر گئے
جنہیں دیکھ کر یہ ترطیب ہوئی ترا نام لے کے پکاریوں

مری آرزو ہے کہ ایک رات بس ایک چاندنی رات میں
میں خموش برف کی وادیوں کی اُداس بانہوں میں سور ہوں

یہ ہوا نہ جانے کہاں کہاں بھری دو پھر میں لئے چھرے
مرے برگ دل ذرا محض ہر جا تجھے آنسووں سے میں پسخ لوں

لمحی مصلحت سے بہار خود مرے لب کے پاس ٹھیکر جوئی
مری آرزو تھی خداں کے خشک اُد اس ہنوتلوں کو چشم اُوں

یہ سفید چھوٹوں کی چادریں نہم شبی کا بُت لمحفظ
مجھے پکھنے نہ دو یہیں رہنے دو کہ اسی گلی کی بیہن خال ہوں

میں تو انسوؤں کا سکوت ہوں لب شعر مجھ کو صمدانی نہیں
نہ بکیر ہوں، نہ نظر ہوں نہ میں تحریر ہوں یا نہ بکیر میں

ہم کو کافی ہیں یہی حلقوں بجی سخن
جادا مل جل کے تمہیں بانٹو جا گیر سخن

دارث ملک غزل روئے تو رویے دو
عنیل اشکیں سے ہوا کرتی ہے تطہیر سخن

زندگی رات ہے اور رات بھی بجاو کی رات
درد بن بن کے چمکتی رہے تو یہ سخن

گفتگو جیسے کہیں دو دن غولِ محنت کرنے
خاشی جیسے کہ لب کھوئے ہوں صورتِ عین

منیط کی دھار سے کٹ جاتا ہے آہن کا جگر
لوگ چھولوں پر رواں کرتے ہیں شیر سخن

ہم بھی آئینہ صفت ملتے کبھی لیکن اب تو
اپنے ماتھے پر ابھر آتی ہے تقدیر سخن

ہم جو مٹ جائیں گے مٹ جاتے گی تہذیبِ غزل
اپنی تقدیر میں پوشیدہ ہے تقدیر سخن

واہ واہ کسی میاں آہ بھی کرنی ہو میں وال
داقعی سینے میں لگ جائے اگر تیر سخن

بدر ہر فرد کو اے نہیں کہہ سکتے
بدر ہر شعر میں ہوتی نہیں تماشہ سخن

o

محفل مے کشاں ، کوچہ دلبڑاں
ہر جگہ ہولئے اب چیلیں دل کھاں

مصلحت چاہتی ہے کمنڈل ملے
اور دل ڈھونڈتا ہے کوئی کارروائی

چاندنی بھی مری طرح حیتی میں ہے
چھپ گیا کوئی آواز دے کر کھاں

جانی پہچانی ہے ہر ادا ، ہر نظر
ہاں ، مگر یہ نہیں یاد دیکھا کھاں

رات یوں غم نے چھد دل میں آواز دی
جیسے صحرائی مسجد میں شب کی اذان

گرد اڑاڑ کے منہ اپنا دیکھا کرے
رکھی ہے راہ میں آئینوں کی دکان

پکھ تو میں بھی بہت دل کا کمزور ہوں
پکھ مجت بھی ہے فطرت نا بدگمان

تذکرہ کوئی ہو ذکر تیردا رہا
اول و آخر شش ، درمیاں درمیاں

جانے کس دلیں سے دل میں آ جاتے ہیں
چاندنی سات میں درد کے کارواں

درمیاں میں نہ لائیں خدا کو بھی ہم
بس وہی وہ سئے جس کی ہے داستان

پدر صاحب ادھر کا نہ رُخ کیجئے
دلی، لاہور میں شہر جا دو گراں

خوشبو کو ستیلوں کے پروں میں چھپاؤں گا
پھر نیلے نیلے بادلوں میں بوٹ جاؤں گا

دیوانہ دارِ مجھ سے لپٹ جائے گی ہوا
میں سرخ سرخ چھپوں میں جب سکراوں گا

سونے کے چھوپتے گریں گے زمین پر
میں زرد زرد شاخوں پر جب گنگناوں گا

یہ کھڑیاں جو خشک ہیں بے برگ و بار ہیں
ان کو میں اپنی آگ میں جلناس کھاؤں گا

دینا نرخوب برسیں گے آننگ میں ساری رات
میں خواب کے شجر کی وہ شاخیں ہلاوں گا

ڈھل جائیں گی بدن پر جمی دھوپ کی تہیں
اپنے لہو میں آج میں ایسا نہ ہاؤں گا

اک پل کی زندگی مجھے بے حد عزیز ہے
پلکوں پر جھلکماوں گا اور ٹوٹ جاؤں گا

یہ رات پھر نہ آئے گی بادل بر سنتے
میں جانتا ہوں صبح تجھے بھول جاؤں گا

اس دن بجائے اوس کے پیکے ما سُرخ خون
تلوارے کے جب میں خلاوں میں جاؤں گا

جب رات کے سپرد مجھے کرنے آؤ گے
رومال روشنی کا ہوا میں اڑاؤں گا

آننگ میں ننھے ننھے فرشتے لڑیں گے جب
بھوری شفیق آنکھوں میں میں سکراوں گا

یہ چاندنی بھی جن کو چھوٹے ہوئے ڈرتی ہے
دنیا انہی پھولوں کو پریدوں سے مسلتی ہے

شہر کی بلندی بھی پل بھر کا تماشہ ہے
جس ڈال پہ سیٹھے ہو وہ ٹوٹ بھی سکتی ہے

لوبان میں چنگاری جیسے کوئی رکھ جائے
یوں یاد تری شب بھر سینے میں سلگتی ہے

آجاتا ہے خود کچنگ کر دل سینے سے پڑی پر
جب رات کی سرحد سے اک ریل گزرتی ہے

آنسو بھی پلکوں پر تادیر نہیں رکتے
اڑ جاتے ہیں یہ سچی جب شاخ پچلتی ہے

خوش رنگ پرندوں کے بوٹ آنے کے دن آئے
پھرے ہوتے ملتے ہیں جب برف پچلتی ہے

وقتِ خدمت کہیں تکرے، کہیں جگنو آتے
ہار پہنانے مجھے پھول سے بازو آتے

بس گئی ہے مرے احساس میں یکسی بیک
کوئی خوبصورت نہ رکاوں تری خوبصورت آتے

میں نے دن رات خدلتے یہ دعا منگی رختی
کوئی آہنٹ نہ ہو درپے مرے اور تو آتے

اُس کی باتیں کر گل دلالہ پر شنبم بر سے
سب کو اپنانے کا اس شوخ کو جادو آتے

ان دنوں آپ کا عالم بھی عجب عالم ہے
شوخ کھایا ہوا جیسے کوئی آہو آتے

اُس نے چھو کر مجھے پتھر سے پھر انسان کیا
مُدتوں بعد مری آنکھوں میں آنسو آتے

چاند ہاتھ میں بھر کر، جگنوں کے سر کاٹو اور آگ پر رکھ دو
تافلہ پرندوں کا جب زمیں پر گرد جائے چاقوں کے سر رکھ دو

یہی بھی اک شجر تھی ہوں جس پر آج تک شاید بچوں چل نہیں آئے
تم مری سبقتھی پر ایک رات چپکے سے برف کے شمر رکھ دو

دھوپ کا ہر بجرا، آگ کے سمندر میں چل پڑا ہمیں لینے
زم و گرم ہونٹوں سے بند ہوتی انکھوں کی تسلیوں کے پر رکھ دو

چلہے کوئی موسم ہودن گئی بہاروں کے پھر سے لوٹ آئیں گے
ایک پھول کی پتی اپنے ہونٹ پر رکھ کر میسے ہونٹ پر رکھ دو

میرا تن دختوں میں اس لئے جھلتا ہے سخت دھوپ سرتائے
کیا عجمیں تم انکلاور میسے کاندھوں پر تھک کے اپنا سر رکھ دو

روز ایسا ہوتا ہے رات کے سمندر میں شہر ڈوب جاتا ہے
اس لئے ضرورتی ہے اک دیا جلا کر تم دل کے طاق پر رکھ دو

وہ نہیں ہے تو اُس کی اکن رہے
ایک جائے تو ایک پاس رہے

جب بھی کئے گا، اتار دیا
اس بدن پر کھی لباس رہے

ایک دن میں اگر ہو پی لوں
کھی دن برتوں میں باس ہے

دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھیں
آئندہ، آئینے کے پاس ہے

اچ ہم سب کے ساتھ خوب ہنے
اور پھر دیر تک اُداس ہے

چھوٹ سا پچھہ کلام اور ہمی
اک غزل اس کے نام اور ہمی

اس کی زلفیں بہت گینہری ہیں
ایک شب کا قیام اور ہمی

زندگی کے ادا س قصہ ہیں
ایک لڑکی کا نام اور ہمی

کریوں کو سننی یہ غزلیں
قتل کی ایک شام اور ہمی

کپکپاتی ہے رات سینے میں
زہر کا ایک جام اور ہمی

سب آنے والے بہلا کر چلے گئے
آنکھوں پر شیشے چمکا کر چلے گئے

بلے کے نیچے آکر مسلم ہوا
سب یکسے دیوار گرا کر چلے گئے

اگر کبھی بوٹیں گے راکھ ٹھوریں گے
جنگل میں جو آگ لگا کر چلے گئے

میں تھا۔ دن تھا اور اک لمبارستہ تھا
سب نیچے جب لوگ اٹھا کر چلے گئے

چنانوں پر آکر مٹھے کے دورستے
پھر آئے اک راہ بنا کر چلے گئے

پکھا ایسے بچے بھی آئے مکتب میں
نام لکھا یا نام لکھا کر چلے گئے

دل مل جو پس اکون یعنی تھی نہ جو
چنان لایا اور لگان یعنی انتہا کیا

نیکی لے چکا اپنے امداد یعنی
جب ایکوں ہی آئے آج پر اس کیوں

بیٹھا کر رہا ہے جو بے چارہ
چنان ایکوں ہی آئے آج پر اس کیوں

حیرت کر رہا ہے جو بے چارہ
چنان ایکوں ہی آئے آج پر اس کیوں

بُوادھ سے جا رہا ہے وہی مجھ پر مہراں ہے
کبھی آگ پاساں ہے کبھی دھوپ ساتاں ہے

بڑی آرزو تھی مجھ سے کوئی خاک رو کے کہتی
اتر آمری زمیں پر تو ہی میرا اسماں ہے

میں اسی گماں میں برسوں بڑا مطمئن رہا ہوں
تراب جسم بے تغیر، مرا پیار جاوداں ہے

کبھی سرخِ مو می شمیں وہاں پھر سے جل سکیں گی
وہ لکھوری اینٹوں کا جو بڑا سا اک مکان ہے

سچھی برف کے مکانوں پکفن بچھے میں لیکن
یہ دھواں بتارہا ہے ابھی آگ بھی بیہاں ہے

کوئی آگ جیسے کھڑکی میں دبی دبی سے چکے
تری جھملاتی آنکھوں میں عجیب سامال ہے

انہیں راستوں نے جن پکھجی تم تھے ساتھ ہرے
مجھے روک روک پوچھا ترا ہم سفر کہاں ہے

زخم یوں مسکرا کر کھلتے ہیں
جیسے وہ دل کو چھوکے گزے ہیں

درو کا چاند آنسوؤں کے بخوم
دل کے آنگن میں آج اترے ہیں

راکھ کے ڈھیر جیسے سرد مکاں
چاند اُن پدیوں میں رہتے ہیں

آئینوں کا گوئی قصور نہیں
ان میں اپنے ہی عکس ہوتے ہیں

غور سے دیکھ خاک تنہا نہیں
ساتھ پھولوں کے رنگ اڑتے ہیں

اب شب بھر بھی نہیں آتی
ان دنوں ہم بہت اکیلے ہیں

ان سے احوال شب سنو صاحب
بدرجی رات رات گھوٹے ہیں

دیکھی دھوپ سمندر ہے ، یہ جزیرے میں
گھنے درخت جو سڑکوں پر سایہ کرتے ہیں

عجیب شہر ہے یہ اس کے آسمان پر بھی
ہوئیں ڈوبے ہوئے سُرخ سُرخ ڈورے ہیں

وہ کوئی اور تھا شب خون مارنے والا
ہمیں نہ مارو کہ ہم بے ضر فرشتے ہیں

یہ پھر دل کا ہے جنگل چلو یہاں سے چپیں
ہمارے پاس تو گلی زمیں کے پودے ہیں

پھر ان کے نیچے درندوں کے نام کس نے لکھے
جیں تین ہے یہ سب ہمارے چہرے ہیں

عینم دشمنو، چاقو چلاڈ موقع ہے
ہمارے ہاتھ ہماری کمر کے پیچے ہیں

کہانیوں کی کئی باتیں پس ہوئیں جیسے
نہرے شہر سمندر ہیں بہتے رہتے ہیں

پلک جھپٹکے ہی یہ رات دار کر دے گی
سبجا کے چاند کی کشتنی میں میرا سرفے گی

چڑھے گا سُوکھے بدن میں ہو کا فوارہ
یہ سُرخ چاندنی خالی گلاس بھر دے گی

یہ نرم بلی جو سونی ہے میرے سینے پر
یہ سو گیا تو کلیجہ ہی چاک کر دے گی

چدن کے پیڑکو خود اس کی شاخ کاٹنے گی
یہی تراش زمین کو نیا شجر دیجی

بہاراب کے بہو کے چڑھ سُندر کو
قلم کتھے ہوئے بازو بربیدہ سردے گی

اُسی خیال سے پھر ہے پنج پانی میں
کوئی تو منج گھر کی اسے خبر دے گی

طوف دائرہ اب پہلی بار ٹوٹا ہے
یہ رنگذر ہمیں اک اور رنگذر ہے گی

چڑھا کے پیٹھ پر بکری کے بچے گھوپیں گے
یہ دنیا اب ہمیں سرکس کا شیر کرنے گی

اٹتی کرنوں کی رفتار سے تیز تر آسمانوں کے اک گاؤں میں جائیں گے
دھوپ ماتھے پر اپنے سجالا میں گے سائے پلکوں کے سچے چھپالا میں گے

برف پر تیرتے روشنی کے بدن، چلتی گھڑیوں کی دوسویوں کی طرح
دارے میں صدا گھومنے کے لئے آہنی محوروں میں جڑے جائیں گے

جب ذرا شام کچھ بے تکلف ہوئی، برگزیدہ فرشتوں کے پرنج گئے
رات کا ٹیپ سوچ بجائے اگر موسم کے پاک چہرے پچھل جائیں گے

سُرمتی ہڈیوں، خاکی اشجار نے ٹوٹنے والوں کا خیر مقتمم کیا
ہم نے تو یہ سنا تھا کہ ان بوگوں پر چاند تارے بہت بھول برسایں گے

مختلف پیچ میں اک کسی شخصیت، یاد کا پھول بن کے بھر جائے گی
دھوپ سے پتپاٹے ہوئے با تھجب نیم کے پھول سڑکوں پر برسایں گے

ہم کو بھی اپنی موت کا پورا یقین ہے
پر دشمنوں کے ملک میں اک جیبن ہے

سر پر کھڑے ہیں، چاند تکے بہت بڑے
انسان کا جو وجہ اٹھائے زمین ہے

یہ آخری چرانع اُسی کو بھانے دو
اس بستی میں وہ سب سے زیادہ جیں ہے

تیکے کے نیچے رکھتا ہے تصویر کی کتاب
تحریر و گفتگو میں جو اتنا متین ہے

یاروں نے جس پر اپنی دکانیں سجائیں ہیں
خوشبو بتا رہی ہے ہماری زمین ہے

اس نا بینا پیا بے کو اس طرح پلا دین
پانی سے جھےدا شیشہ پتھر پگرا دینا

ان پتوں نے گرمی بھر سائے میں ہمیں رکھا
اب ٹوٹ کے گرتے ہیں بہتر ہے جلا دینا

چھوٹے قد و قامت پر مکن ہے منے جنگل
اک پیڑ بہت لمبا ہے اس کو گرا دینا

مکن ہے کہ اس طرح وحشت میں کمی آئے
خوابیدہ درختوں میں تم آگ لگا دینا

اب دوسروں کی خوشیاں چینے لیگیں آنکھوں میں
یہ بلب بہت روشن ہے اس کو مجھا دینا

کس دیس میں یہ قابلہ وقت رکا ہے
غارض کے اچالے میں تلفوں کی گھٹا ہے

پکھ میری نگاہوں کے تلے دھنڈ بہت ہے
پکھ جشن چراغاں سے اندر ہرا بھی بڑھا ہے

میں نے تیری باتوں کو بھی جھوٹ کہا تھا
اس جرم پہ ہر جھوٹ کو سچ مان لیا ہے

اے شوخ غزالو، میاں دو چھوٹ تو رکھ دو
اس قبر میں خوابیَدہ مجت کا خدا ہے

پکھ دیر میں سانسوں کی یہ آہٹ نہ ملے گی
دل رات کے سنائی میں یوں ڈوب پاہے

صُورت شمع ساری رات جلو
طبع سیکن مثال غنچہ ہنسو

چاند کا داع دیکھنے والو
اپنے دامن کے داع بھی دیکھو

چاہے آنکھوں کی روشنی بے لو
آنسوؤں، آج رات بھر چکو

آڈا اک دوسرے کا غم بانیں
پکھو ہماری سُنو کچھ اپنی کہو

کون جانے کہاں بچھ طر جائیں
راہ تاریک ہے قریب رہو

یہ زمین مددوں کی پیاسی ہے
آنسوہ دل پہ ٹوٹ کر برسو

وقت سو منصفوں کا منصف ہے
وقت آئے گا انتظار کرو

چشم مانگے ہے آج دل کا ہو
بدار صاحب کا کوئی شعر پڑھو

بدر، دو آنکھیں بُہت ڈھونڈ رہی ہیں تم کو
چاند کی چودھویں تاریخ نہ ہے، اُپر دیکھو

رات سوئی ہوئی رعنایوں نے مجھ سے کہا
ہم تمہاری ہی عنز لیں کبھی ہم کو بھی کہو

چاندنی رات میں کہہ جاتی ہے آہٹ جیسے
ہم بہت پاس میں آوازنہ دو، ہم کو سنو

جس سے میسر و فاہری دہی دکھ دے گا
بے دفا جان کے چاہوئے اب کی چاہو

اُس کی قدرت میں نہیں رُک کے کوئی باشنا
وقت آواز ہے آواز کو آداز نہ دو

منتظر کب سے یہ ادراق کتاب، سستی
دل کا کچھ رنگ کرو نوک قلم کو چومو

ایک آداز بہت کافی ہے سوتے کرنے
لوگ سمجھیں گے بننے لیٹے ہواب جاں پڑو

آن کمرے میں نہیں بیٹھنے والا موسم
برف گرنے کی خبر گرم ہے گھر سے نکلو

کوئی جاتا ہے بیان سے، نہ کوئی آتا ہے
یہ دیا اپنے اندر ہیرے میں گھٹا جاتا ہے

سب سمجھتے ہیں وہی رات کی قست ہو گا
جو ستارہ کہ بلندی پر نظر آتا ہے

میں اسی کھوج میں بڑھتا ہی چلا جاتا ہوں
اکس کا آپنخیل ہے جو کوہ ساروں پر ہرگز نہ ہے

میری آنکھوں میں ہے اک ابر کا طکڑا شاید
کوئی موسم ہو سہر شام برس جاتا ہے

وے تسلی کوئی تو آنکھ چمک اٹھتی ہے
کوئی سمجھائے تو دل اور بھی بھرا آتا ہے

دھوپ کھیتوں میں اتر کر زعفرانی ہو گئی
مرمی اشجا کی پوشش اک دھانی ہو گئی

جیسے جیسے عمر بھیگی سادہ پوشش کی گئی
سوٹ پیلا، شرست نیلی، ٹالی دھانی ہو گئی

اس کی اردو میں بھی اب کی مغربی ہجر ملا
کالے بالوں کی دہنگت زعفرانی ہو گئی

سانپ کے بو سے میں کیسا پیار تھا کرفاختہ
چھڑ پھڑا کر اک صدائے آسمانی ہو گئی

زمٹہنی دھند کی بیغار کو سہتی ہوئی
شاخ کی بانہوں میں آکر جادانی ہو گئی

اپنے پہاڑ، غیروں کے گلزار ہو گئے
یہ بھی ہماری راہ کی دیوار ہو گئے

پھل پک چکا ہے شاخ پر گرمی کی دھوپ میں
ہم اپنے دل کی آگ میں تیار ہو گئے

ہم پہلے نرم پتوں کی اک شاخ تھے مگر
کاٹے گئے میں اتنے کہ تلوار ہو گئے

بازار میں بھی ہونی چیزوں کی مانگ ہے
ہم اس لئے خود اپنے خریدار ہو گئے

تازہ ہو بھرا تھا سب سے گلاب میں
انکار کرنے والے گنہگار ہو گئے

وہ سرکشوں کے پاؤں کی زنجیت تھے کبھی
اب بزدلوں کے ہاتھ میں تلوار ہو گئے

تم نے دیکھا کہ مر گئے تارے
کھس کی آواز پر گئے تارے

یہ کہیں شہرِ آرزو تو نہیں
چلتے چلتے شہر گئے تارے

آج آثارِ صبح سے پہلے
دادیوں میں اُتر گئے تارے

ہے ہے ہے، بیجھ بیجھے منوم
مر جلا تے گز گئے تارے

بدر کچھ داں کی بھی خبر ہے، تمہیں
اپنلوں پر بیکھر گئے تارے

الزام، بے وفاٰ کے، ان کو دے رہا ہوں
شک ہرور ہا ہے مجھ کو میں خود ہی بے وفا ہوں

ہر جم گل فنروشاں اب مرکز نظر ہے
تم سے بچپٹ کے کتنا آدارہ ہو گیا ہوں

اس شام بے کسی میں دل کی خبر نہیں ہے
کب سے کہاں کہاں میں آواز دے رہا ہوں

بیتے ہوئے دنوں عنم یاد آگئے میں
اُن کو گلے لگا کر میں آج رو پڑا ہوں

اس لمحہ خوشی میں افسانہ شب غم
پکھھ تم بھی بھولتے ہو کچھ میں بھی بھونتا ہوں

مسافر کے رستے بدلتے رہے
مقدار میں چلنا تھا چسلتے رہے

کوئی پھول سا باتھ کاندھے پہ تھا
مرے باتھ شعلوں پہ چسلتے رہے

مرے راستے میں اُب لا رہا
دیتے اس کی آنکھوں میں جلتے رہے

محبت ، عداوت ، وفا ، بے رُغبی
کرائے کے گھر تھے بدلتے رہے

ُسنا ہے انہیں بھی ہوا لگ گئی
ہواں کا رُخ جو بدلتے رہے

وہ کیا تھا جسے ہم نے ہٹکرا دیا
مگر عمرِ بھبھے ہاتھ ملتے رہے

پٹ کرچ چانگوں سے وہ سو گئے ،
جو پھولوں پے کروٹ بدلتے رہے

تاروں کی چلنیوں سے کوئی جھانکتا بھی ہو
اس کائنات میں کوئی منظہ نیا بھی ہو

انہی سیاہ رات میں کس کو صدائیں دوں
ایسا چراغ دے جو کبھی بولت بھی ہو

درویش کوئی آئے تو آرام سے رہے
گھر بھی تیرے فقیر کا اتنا بڑا تو ہو

سارے پہاڑ کاٹ کے میں ملنے آؤں گا
ہاں میرے انتظار میں دریا رُ کا بھی ہو

زنگوں کی کیا بہار ہے پھر کے باعث میں
لیکن مری زمیں کا اک حصہ ہرا بھی ہو

جگنو کوئی ستاروں کی محفل میں کھو گیا
اتساز کر ملال جو ہونا تھا ہو گیا

پروردگار جانتا ہے تو دلوں کا حال
میں جی نبپاؤں کا جو اُسے کچھ بھی ہو گیا

اب اس کو دیکھ کر نہیں دھڑکے گا میر ادل
کہنا کہ مجھ کو یہ بھی سبق یاد ہو گیا

بادل اٹھا تھا سب کو رلانے کے واسطے
آپنی بھوگیا کہیں دام بھوگیا

اک لڑکی، ایک لڑکے کے کاندھے پر سوتی تھی
میں اجلی دھنڈی یادوں کے کہرے میں کھو گیا

سُورج بھی بندھا ہو گا دیکھو مرے بازو میں
اس چاند کو بھی رکھنا سونے کے ترازو میں

اب ہم سے شرافت کی امید نہ کر دینا
پانی نہیں مل سکتا پتی ہوئی بالو میں

تاریک سمندر کے سینے میں گھٹ ڈھونڈو
چکنے بھی چکتے ہیں برسات کے آنسو میں

سب دیر و حرم جھوٹے دل دار و صنم جھوٹے
ہم آہی گئے دنیا آخر تیرے جادو میں

خوابیدہ گلا بول پر یہ اوس بچھی کیسے
احساس چکتا ہے اسلوب کی خوشبو میں

مکلوں کی طرح ہم نے زندگی کو اس قدر جانا
کسی کی زلفت میں اک رات سونا اور بھر جانا

اگر ایسے گئے تو زندگی پر حفتہ آئے گا
ہواں سے پٹنا تیتیسوں کو جو چوم کر جانا

دھنک کے رکھ دیا تھا بادلوں کو جن پزدھوں نے
انہیں کہس نے سکھا یا اپنے ساتھ سے بھی ڈر جانا

کہاں تک یہ دیا بیمار کمرے کی فضائی بدے
کبھی تم ایک مٹھی دھوپ ان طاقوں میں بھر جانا

اسی میں عافیت ہے گھر میں اپنے چین سے بیٹھو
کسی کی سمت جانا ہوتا رستے میں اُتر جانا

کہاں آنکھوں کی یہ سونغات ہوگی
نئے لوگ ہوں گے نئی بات ہوگی

مسافر ہوتوم بھی، مسافر میں ہم بھی
کسی موڑ پر چھر ملاقات ہوگی

صداؤں کو الغاظ لٹنے نہ پائیں
نہ بادل گھریں گے نہ برستات ہوگی

چرا غول کو آنکھوں میں محفوظ رکھنا
ڈی دوڑ تک رات ہی رات ہوگی

ازل سے ابد تک صندھ، ہی سفر ہے
کہ میں صبح ہوگی کہ میں رات ہوگی

مر سے چادر بدن سے قبا لے گئی
زندگی ہم فقیدوں سے کیا لے گئی

میری سٹھی میں سوکھے ہوتے پھول ہیں
خوشبوؤں کو اڑا کر ہوا لے گئی

میں سمندر کے سینے میں چنان تھا
رات اک موج آئی بہہ لے گئی

ہم تو کاغذ تھے اشکوں سے بھیگے ہوئے
کیوں چراغوں کو لوٹک ہوا لے گئی

چاند نے رات مجھ کو جگا کر کہا
ایک رٹکی تمہارا پتہ لے گئی

سینے میں آگ، آگ میں آہن بھی چاہئیے
رم جنم رستا باتوں سے ساون بھی چاہئیے

تلوار توڑنے سے تلافی کہتاں ہوئی
ان بزدلوں کے ہاتھ میں کمنگن بھی چاہئیے

سینے میں آفتاب سا اک دل ضرور ہو
ہر گھر میں ایک دھوپ کا آنکھ بھی چاہئیے

پھوپھوں کے سامنے جھاڑیوں میں جلنے والے ہوں گے
دل کے معاملات میں پچھپن بھی چاہئے

ہم آدمی ہیں یا کوئی بے ہس چٹان ہیں
دل میں کسی کے نام کی دھڑکن بھی چاہئے

راہیں روایتوں کی اگر روند نے چلوں
سر پر مجھے بزرگوں کا دامن بھی چاہئے

کوئی ہاتھ نہیں حنالی ہے
بaba، یہ نگری کیسی ہے

کوئی کسی کا درد نہ جانے
سب کو اپنی اپنی پڑی ہے

اس کا بھی کچھ حق ہے آخر
اس نے مجھ سے نفرت کی ہے

پھول دوا جیسے میکے ہیں
کسی بیمار کی صبح ہونی ہے

کیسے کٹے گی تنہا تنہا
اتنی ساری عمر پڑی ہے

بم دونوں کی خوب نبھے گی
یہ بھی دکھی ہوں وہ بھی دکھی ہے

اب غم سے کیا ناطر توڑیں
ظام پچپن کا سانحہ ہے

دل کی خاموشی پر نہ جاؤ
راکھ کے نیچے آگ دبی ہے

لَا تَأْتِيَنَا مُبَالِهٌ لِّشَفَاعَةِ
لَا يَأْتِيَنَا لَامِعٌ لِّنَجْمَعَةِ

لَا تَأْتِيَنَا مُبَالِهٌ لِّپَرْجَانَةِ
لَا يَأْتِيَنَا لَامِعٌ لِّنَجْمَعَةِ

لَا تَأْتِيَنَا مُبَالِهٌ لِّدَلَّةِ بَحْرٍ
لَا يَأْتِيَنَا لَامِعٌ لِّنَجْمَعَةِ

کماں چھوڑا تو کئی آنکھوں میں کا جسل پھیلا
شہر پنچا تو کسی مانچے پہ جھومر جھوڑا

زندگی تو نے مجھے مار دیا تھا لیکن
یہ تو میں تھا کہ ترے زندوں سے بہتر ہی جیا

اب ملے ہم تو کئی لوگ بھپڑ جاتیں گے
انتظار اور کرو اگلے جنم تک میرا

وہ تو انساں بھی تری یاد کی محویت میں
درو دیوار کو سینے سے رگا کر چھوڑا

آج کی شام دوبارہ نہ کبھی آئے گی
آج کی شام یہ مت سوچ کر کل کیا ہوگا

دکھ بھر اپیار سمندر کی طرح لامعہ
غمزدہ حسن ، روایں پانی میں گھلتا سونا

میرے ہاتھوں سے کبھی چھوٹا تھا اک آئینہ
عمر بھر جس کو مری آنکھوں نے بلکوں سے چنا

رات خاموشی دل چھاگئی جب دُنیا پر
کوئی بولا تھا بہت پاس وہ تم تھے کر خدا

خوب صورت ہے بہت پیار کی خوش فہمی بھی
مند بلکوں کو تیرے ہونٹوں نے جیسے چوڑا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
اللَّهُمَّ إِنِّي نَصَارَىٰ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
اللَّهُمَّ إِنِّي أَنَا عَبْدُكَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
اللَّهُمَّ إِنِّي أَتَكُونُ مُؤْمِنًا



رات کے سمندر میں ڈوب گئی شام
میرے بھی پسندے میں آئے مری شام

بادل تھے کمرے میں بکھرے پڑے
بستر پہ لیٹی محی تھی ہوئی شام

بند کئے بیٹھے تھے یادوں کا گھر ہم
در دا زہ کھول کر چلی گئی شام

آس اے

سارے بدن کا تناو فضا میں
کسے کسے کپڑوں میں پھنسی پھنسی شام

تاروں کی آنکھوں میں کرنوں کے نیزے
سورج کے سینے میں چبھی ہونی ٹھام

تھکے تھکے پیدل کے پیچ چدے سوچ
گھر کی طرف لوئی ڈفتہ کی شام

وہ پیاس سے جھونکے بہت پیاس سے لوٹ جاتے ہیں
جو دُور سے بادل اڑا کے لاتے ہیں

کوئی بس نہیں دل کی بے بساں کا
اگرچہ روز نئی چادریں چھڑھاتے ہیں

ستارہ بن کے بھٹکتے ہیں ساری ساری رات
جو وعدہ کر کے دفا کرنا بھول جانتے ہیں

تیرا سکوت بھی اک شہ تجیر نغمہ
نموش رہ کے بھی یہ ہونٹ گنگنا تے ہیں

میں دن ہوں میری جبیں پر دکھوں کا سوچ ہے
دیئے تو رات کی پلکوں پر جسملا تے ہیں

حکاب سا وہ بدن کیا ہوا تے درد میں تو
گھنے درخت کے جنگل بھی سوکھ جاتے ہیں

خوشایہ قدر تو ہے اس اُداس نسل کے پاس
اُداس بھی جونہ ہوں گے وہ لوگ آتے ہیں

ہم سے مسافروں کا سفر انتظار ہے
سب کھڑیکوں کے سامنے لمبی قطار ہے

چمکیلی سبز آنکھیں بہت دُور جاسکیں
کن گھنٹیوں کا راستوں کو انتظار ہے

بانسوں کے جنگلوں میں دہی تیز رو ملی
جن کا ہماری بستیوں میں کاروبار ہے

اواز پھڑ پھڑا کے دیں دفن ہو گئی
سینے میں غالب کوئی بجلی کا تار ہے

سوچ بریدہ سر ہے زمین کے شہید کا
یہ دھوپ اس کے زرد بدن کی بہا ہے

کس روشنی کے شہر سے گزرے میں تیرد
نیلے سمندروں پہ سنہراغبار ہے

آئی ندا، وہ اڑتے ستارے ادھر مٹے
ان بدیوں کے چمچے کوہسار ہے

چلنا لالاں ایت لختہ
چلنا لالاں ایت لختہ

چلنا لالاں ایت لختہ
چلنا لالاں ایت لختہ

چلنا لالاں ایت لختہ
چلنا لالاں ایت لختہ

خفتہ شجر رزا ٹھیے جیسے کہ ڈر گئے
کچھ چاندنی کے پھول زمین پر بھر گئے

شیشے کا تاج سر پر رکھ آرہی تھی رات
ملکرانی ہم سے چاندستا رے بھر گئے

دہ خشک ہونٹ، ریت سے نم مانگتے رہے
جس کی تلاش میں کمی دریا گز رگئے

چاہا تھا میں نے چاند کی پلکوں کو جوں لوں
ہونٹوں پر میسے رصح کے تالے بھر گئے

میرے بیوی پر چاند کی قاشیں رزگیں
آنکھوں پر جیسے رات کے گیسوں بھر گئے

تلودوں میں نرم دھوپ نے جب گدگدی سی کی
پلکوں پر سوئے چاندنی کے خواب ڈر گئے

ساحل پر رُک گئے تھے ذرا در کے لئے
آنکھوں سے دل میں کتنے سمندر اتر گئے

جن پر لکھی ہوئی مختی مجددت کی داستان
وہ چاک چاک پُر زے ہوا میں بھر گئے

پایا جو مسکراتے ہوئے کہہ اُنھی بہار
جوز خرم پچھلے سال رگائے تھے بھر گئے

جن پر لکھی ہوئی مختی مجددت کی داستان
وہ چاک چاک پُر زے ہوا میں بھر گئے

سُوْرَجِ مکھی کے گالوں پر تازہ گلاب ہے
یہ میرا آفتاب، مرا ماہتاب نہ ہے

ہر تارہ۔ پکیپاتے ہوئے ہونٹوں کی دعا
یہ آسمان، محمد و شنا کی کتاب ہے

بادل ہوا کی زد پر برس کے بھر گئے
اپنی جگہ چمکتا ہوا آفتاب ہے

چونکہ تو یہ طسم جہاں ٹوٹ جاتے گا
عالم تمام حلقہ زنجیرِ خواب ہے

ناحقِ خیال کرتے ہو دنیا کی بات کا
تم کو خراب جو کہے وہ خود خراب ہے

سب رشتے ٹوٹ جاتے ہیں یہ کب بہلائے
اڑنا ہوا کے دو شس پر کیسا عذاب ہے

زمیں سے آتی خوبی زمین توڑ کر نکلتی ہے
عجیب تشنگی ان بادلوں سے برستی ہے

ہمارے عہد میں نایاب ہے بچلتے رہو
تمہاری آنکھ میں اک چیز جو چمکتی ہے

سردیں پُر دھوپ کی گھٹری اٹھائے پھرتے ہیں
دلوں میں جن کی بڑی سردرات ہوتی ہے

کھڑے کھڑے میں سفر کر رہا ہوں برسوں سے
زمین پاؤں کے نیچے کہاں مھٹھرتی ہے

پچھل ری ہی پس چنانیں بخف بانہوں میں
بدن میں پیار کے کیسی عجیب گرمی ہے

ہوا کے آنکھ نہیں ، ہاتھ اور پاؤں نہیں
اسی لئے وہ بسمی راستوں پر چلتی ہے

لے لیا۔ پھر میرے بھائیوں
کی بیٹیوں کی بیویوں کی بیویوں

تک ملے۔ ملے۔ ملے۔ ملے۔ ملے۔
لے لیا۔ لے لیا۔ لے لیا۔ لے لیا۔

لے لیا۔ لے لیا۔ لے لیا۔ لے لیا۔
لے لیا۔ لے لیا۔ لے لیا۔ لے لیا۔

○

چل مسافر، بتیاں جلنے لگیں
آسمانی گھنیاں بجھنے لگیں

کھل رہا ہے شام کا کالا گلاب
زرد سوکھی پتیاں جھڑنے لگیں

رات اک تالاب کے آئئے میں
جملاتی کشیاں چلنے لگیں

بند درودر، دریچے، کھڑکیاں
پھر ہوا میں سیٹیاں بجئے لیگیں

شاخ تھی کمزور شاید اس لئے
پتیوں پر پتیاں مرنے لیگیں

دوڑتے میں پھول، بتؤں کو دبائے
پاؤں پاؤں مستلیاں چلنے لیگیں

بُلْدِنِ آئی اور خلائقِ خدا میں
ڈالا۔ لے کر بڑی دشمنی کو دیکھا

بُلْدِنِ آئی دستِ ایسا نہ کھوئی
ڈالا۔ لے کر بڑی دشمنی کو دیکھا

بُلْدِنِ آئی ایسی بُلْدِنِ طے
ڈالا۔ لے کر بڑی دشمنی کو دیکھا



مجھے بھلانے کبھی یاد کر کے روئے بھی
وہ اپنے آپ کو بھرانے اور پر دئے بھی

شمار ہونے سکے میسم چکنے والوں میں
بدن بھی ملتے رہے، روز کپڑے دھوئے بھی

بہت غبار بھرے اتحاد لوں میں دونوں کے
مگر وہ ایک ہی بستر پر رات سوئے بھی

بہت دنوں سے نہ لئے نہیں ہیں آنگ میں
کبھی تو راہ کی بارش ہیں بھلوتے بھی

یہ تم سے کس نے کھارات سے میں ڈرتا ہوں
مزدور کئے مرے بازوؤں میں سوئے بھی

یقین جانیے احساس تک نہ ہونا ہمیں
نسوں میں سوئیاں کوئی اگر چھوٹے بھی

لے کر طے ہوں جو بڑے بڑے
لے کر دے اپنے بھائی پ آپ آپ

لے لے کر نہ پہنچ کر نہ پہنچ
لے لے کر پہنچ کر نہ پہنچ

لے لے کر پہنچ کر نہ پہنچ
لے لے کر پہنچ کر نہ پہنچ

لے دیا جائے تو اس کا سچا نام
لے دیا جائے تو اس کا سچا نام

لے دیا جائے تو اس کا سچا نام
لے دیا جائے تو اس کا سچا نام

لے دیا جائے تو اس کا سچا نام
لے دیا جائے تو اس کا سچا نام

○

سزرتے دھوپ کی یہ آگ جب پی جائیں گے
اُجلے فند کے کوٹ پہنچے پکے جاڑے آئیں گے

گیلے گیلے مندروں میں بال کھوئے دیویاں
سوچتی ہیں ان کے سورج دیوتا کب آئیں گے

مرخ ، نیلے چاند تماںے دوڑتے ہیں برف پر
کل ہماری طرح یہ بھی دھنڈ میں کھو جائیں گے

دان میں دفتر کا قلم، دل کی مشینیں سب میں ہم
رات آنے گی تو پیکوں پہ تھاے آئیں گے

شام تک مید ہے پاگل پیر پنچھی کس کے میت
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

دل کے ان باغی فرشتوں کو سڑک پر جانے دو
پنج گئے تو شام تک گھر لوٹ کر آجائیں گے

ہر روز، جیسی ملنا ہر روز بچپن ناہی
بیس رات کی پرچھائیں تو صبح کا چہروہ ہے

عالم کا یہ سب نقشہ بچوں کا گھر و ندی ہے
اک فرستے کے قبضے میں ہی ہوتی دنیا ہے

ہمراہ چلو میسکے یاراہ سے ہٹ جاؤ
دیوار کے روکے سے دریا کہیں رکتا ہے

ان کے ہی اشاروں پر یہ رات ملی ہم کو
جن چاند سے چہروں کا سایہ بھی سنہرا ہے

شانٹے کی شاخوں پر کچھ زخمی پرندے ہیں
خاموشی بذات خود آواز کا صورت ہے

اک گونج بھلکتی ہے سناں پہاڑوں میں
جب رات کے سینے میں دل میرا دھرم کتا ہے

کب جانے ہوا اس کو بھرا دے فضاؤں میں
خاموشی درختوں پر سہما ہوا نغمہ ہے

چلائیں لالہ لالہ لالہ لالہ
چلائیں لالہ لالہ لالہ لالہ

چلائیں لالہ لالہ لالہ لالہ
چلائیں لالہ لالہ لالہ لالہ

چلائیں لالہ لالہ لالہ لالہ
چلائیں لالہ لالہ لالہ لالہ

کھنڈلہ رامکو اگر ملے
بیوی کا احمد علیہ السلام کے لئے

مکاری کی پیشی نہ مانے اس کی تھیں اس کو
مکاری پیش کر دیا تو اس کو کہا گیا یہ

ناؤں کے سید بائیں اور شاہزادیوں کے
بیویوں کا بھرپور انتہا تھا

لہنیوں کا دلخواہ کیا تھا میر سعید کو
مکاری پیش کر دیا تو اس کی تھیں اس کو

ہوا میں ڈھونڈ رہی ہے کوئی صد امجھ کو
پکارتا ہے پہاڑوں کا سسلہ مجھ کو

میں آسمان و زمیں کی حدیں ملا دیتا
کوئی ستارہ اگر جھک کے چومنا مجھ کو

چپک گئے مرے تلووں سے چھوٹی شیشے کے
زمانہ کچھ نج رہا تھا۔ رہنہ پا۔ مجھ کو

وہ شہسوار بڑا رحم دل تھا میرے لئے
بڑھا کے نیزہ زمیں سے اٹھایا مجھ کو

مکان، کجھت، سمجھی آگ کی پیٹ میں تھے
شہری گھاس میں اس نے چھپا دیا مجھ کو

تو ایک ہاتھ میں لے آگ ایک میں پانی
تمام رات ہوا میں جلا بجھا دیا مجھ کو

بس ایک رات میں سر بیز یہ زمین جوئی
مرے خدا نے کہاں تک بچھا دیا مجھ کو

پتھر کے جگر والوں نے میں دہ روانی ہے
خود راہ بنالے گا بہت سا ہوا پانی ہے

اک ذہن پر لشیان میں خواب غزستان ہے
پتھر کی حفاظت میں شیشے کی جوانی ہے

دل سے جو چھٹے بادل تو آنکھ میں ساون ہے
بھٹرا ہوا دریا ہے بہت سا ہوا پانی ہے

لے پیر ہر د مدار دل لی جھی صدرت ہے
یہ شہر غزال ہے یہ ملک جوانی ہے

غم وجہ فگار دل غم فتدار دل
آنسو بھی شیشہ ہے آنسو بھی پانی ہے

اس حوصلہ ول پر مہم نے بھی کفن پہنا
ہنس کر کوئی پوچھے گا کیا جان گنوائی ہے

دن تلخ حقائق کے سحر اؤں کا سوچ ہے
شب گیسو افسانہ یادوں کی کہانی ہے

وہ مضرع آوارہ دیوانوں پر بھاری ہے
جس میں تیرے گیسو کی بے ربط کہانی ہے

ہمارے واسطے یہ چار دن کی شہرت کیا
دہ مل گیا تو کسی اور کسی ضرورت کیا

کبھی کبھی تو محبت کا انتہا کرو
وہ بے وفا ہے تو پھر بے ذفاکی چاہت کیا

گلاب کس لئے لب کو سجائے سرفی سے
ہرن کی آنکھ میں کاجل کی ہے ضرورت کیا

خدا یا میری صدمی میں بھی معجزہ کر دے
دہ پوچھتے ہیں کہ اس دور میں محبت کیا

میں اپنی خاک اٹھا کر کہاں کہاں گاؤں
ترے بغیر مری زندگی کی قیمت کیا

دمانع بھی کوئی مصروف چھا پہ نخانز ہے
وہ شور، جیسے کہ اخبار چھپتا رہتا ہے

ہزاروں پتے زمین پر شہید ملتے ہیں
خرماں کی دھوپ میں نیزہ کوئی چکتا ہے

زمین نے مانگ بیا آسمان نے چین لیا
ہمارے پاس زاب جسم ہے ز سایہ ہے

وہ بالکوئی میں آکے توارستہ رک جائے
نرک پہ چلنے لگے تو ہمارے جیسا ہے

جہاں پہ ملٹی تھیں دو کرنیں اس شجر کے تلے
دلائی اور سے ہمئے اک فقیر بیٹھا ہے

اپنی جگہ ہے کہنے کو کہہ رہے تھے
سب لوگ درست بہتے دریا میں بہہ رہے تھے

ایسا لگا کر ہم تم کہرے میں چل رہے ہیں
دو پھول اونچی نیچی لہروں پر بہہ رہے تھے

دل اجلے پاک پھولوں سے بھردیا تھا کس نے
اس دن ہماری آنکھوں سے اشک بہہ رہے تھے

اکثر شراب پی کر پڑھتی تھی وہ دعائیں
ہم ایک ایسی لڑکی کے ساتھ رہ رہے تھے

خبر میں تو ایسی کوئی خبیر نہیں تھی
جھلکان جھوٹے افسانے کہہ رہے تھے

جب سحر چپ ہو، ہنسا لو ہم کو
جب اندر ہیرا ہو جلا لو ہم کو

ہم حقیقت میں نظر آتے ہیں
داستانوں میں چھپا لو ہم کو

دن نہ پا جائے کہیں شب کا راز
صبح سے پہلے اٹھا لو ہم کو

ہم زمانے کے ستائے ہیں بہت
اپنے سینے سے لگا لو ہم کو

وقت کے ہونٹ ہیں چھو لیں گے
آن کہے بول ہیں گا لو ہم کو

میلوں مشاب لائے
یہ تیکت آلات

ٹھکر را عد لے کر
یہ دل تیکانی پڑے

خدا بکار بھایا
یہ تیکانی دل تیکان

شعلہ کیا
یہ تیکانی دل تیکان

شعلہ گل، گلاب شعلہ کیا
اگ اور پھول کا یہ رشتہ کیا

تم مری زندگی ہو یہ سچ ہے
زندگی کا مگر ہب و سہ کیا

کتنی صدیوں کی قسمتوں کا ایں
کوئی سمجھے باڑ ہجہ کیا

جونہ آداب دشمنی جانے
دوستی کا اُسے سلیقہ کیا

جب کمر باندھ لی سفر کرنے
دھوپ کیا مینھ کیا ہے سایر کیا

سب میں کردار اک کہانی کے
درنہ شیطان کیا فرشتہ کیا

جان کر ہم بشیر بدر ہوئے
اس میں تقدیر کا نوشته کیا

جب تک نگارِ دشت کا سیدنہ دکھا نہ تھا
صحرا میں کوئی لارے صحراء کھلانہ نہ تھا

دو بھیلیں اُس سن کی آنکھوں میں ہر اک سو گئیں
اس وقت میری عمر کا دریا چڑھا نہ تھا

جاگی نہ تھیں نسوں میں تمّنا کی ناگئیں
اُس گندمی شراب کو جب تک مکھانہ تھا

اک بے دفا کے سامنے آنسو بہاتے ہم ؟
اتنا ہماری آنکھ کا پانی مرا نہ بھتا

دو کالے ہونٹ - جام سمجھ کے چڑھائے
دہ آب جس سے میں نے وضو تک پیا نہ تھا

دہ کالی آنکھیں شہر میں مشہور تھیں بہت
تب ان پہ موٹے شبشوں کا چشمہ چڑھا نہ تھا

میں صاحب غزل تھا حسینوں کی بزم میں
سر پگھنیرے بال تھے ما تھا کھلانہ تھا

لئے لیٹائیں لات شہزادی
لئے لیٹائیں لاتا نامہ

لیکھائیں لاتیں اندھے اندھی
لئے لیٹائیں لاتیں نجات نجات

لیٹائیں لاتیں لاتیں لاتیں لاتیں
لئے لیٹائیں لاتیں لاتیں لاتیں

چال جیسا نہیں اک جھوک لے
ڈالنے والا کہا تو نہیں

لے لیجیا ہے لے لیجیا ہے
حشام کو کہا تو نہیں

لے لیجیا ہے لے لیجیا ہے
حشام کو کہا تو نہیں

لے لیجیا ہے لے لیجیا ہے
حشام کو کہا تو نہیں

ہو پکارتا ہے روشنی کے پیکر دے
زمینیں پیخ رہی یہی ہیں پمپب دے

یر کون سیدھا چلا جا رہا ہے بڑھتا ہوا
کوئی چٹان بنے سینہ سامنے کر دے

کہاں سے ذہن میں اک دم مرے خیال آیا
گلاس خالی ہے اس میں کوئی ہو بھر دے

دراسا سر پے مگر اس میں ایک صحرا ہے
اس طرح مری آواز کو سمندر دے

تمام تاروں کو چھوٹا ہوا گزر جاؤں
کمان بن کے مجھے تیر سارواں کر دے

اندھیرے کرے کرے میں سب لوگ اب بہنہ ہیں
کسی کا ہاتھ بڑھے اور روشنی کر دے

کھلے سے لان میں سب لوگ میٹھیں چائیں
دعا کرو کہ خدا ہسم کو ادمی کر دے

کے خبر تھی تجھے اس طرح سجادوں گا
زمانہ دیکھ گا اور یہیں نہ دیکھ پاؤں گا

حیات و موت فراق و وصال سب یکجا
میں ایک رات میں کتنے دینے جلاوں گا

پلا بڑھا ہوں ابھی تک انہیں اندر ہوں یہیں
میں تپر دھوپ سے کیسے نظر ملاوں گا

مرے مزاج کی یہ مادرانہ فطرت ہے
سویرے ساری اذیت میں بھوول جاؤں گا

تم ایک پیٹر سے وابستہ ہو مگر میں تو
ہوا کے ساتھ بہت دُور دُور جاؤں گا

مرا یہ عہد ہے آج شام ہونے تک
جہاں سے رزق لکھا ہے وہیں سے لاوں گا

اب ہے ٹوٹا سادلِ خود سے بیتزارسا
اس حولی میں نکتا تھا دربارسا

اس طرح ساتھ بھنا ہے دشوارسا
میں بھی تلوارسا تو بھی تلوارسا

خوب صورت سی پاؤں میں زنجیر ہو
گھر میں بیٹھا رہوں میں گرفتارسا

گڑیا گڈے کو بھی خسیدا گیا
گھر سجا یا گیا رات بازار

شام تک کتنے بار ٹھوں سے گزروں گا میں
چلے خانوں میں اُردو کے اخبار

میں فرستتوں کی صحبت کے لائق نہیں
ہمسفر کوئی ہوتا گنہگار

بات کیا ہے کے مشہور لوگوں کے گھر
موت کا سوگ ہوتا ہے تیوہار

زینہ زینہ اُترتا ہوا آئینہ
اُس کا لہجہ انوکھا ہنگ دار

دہ علی گڑھ کی شا میں کہاں کھو گیئیں
اب وہ شاعر کہاں ہے طرح دار

اپنا رنگِ غزل اُس کے رخسار
دل چکنے لگا ہے رُخِ یار

خوبی کی طرح آیا وہ تیسرا ہواوں میں
مانگا تھا جسے ہم نے دن رات دعاوں میں

تم چھپت پر نہیں آئے میں گھر سے نہیں نکلا
یہ چاند بہت بھٹکا ساون کی گھٹاؤں میں

اس شر میں اک رڑکی پا سکل ہے غزل جیسی
بجلی سمی گھٹاؤں میں خوبی سی ہواوں میں

موسم کا اشارہ ہے خوش رہنے دو بچوں کو
معصوم مجتہت ہے پھولوں کی خطاوں میں

ہم چاند ستاروں کی راہوں کے مسافر ہیں
ہر رات چمکتے ہیں تاریک خلاوں میں

بھگوان ہی بھیجیں گے چاول سے بھری تھالی
منظوم پرندوں کی معصوم سبھاؤں میں

دادا بڑے بھولے تھے سب سے یہ ہی کہتے تھے
پکھُز ہر بھی ہوتا ہے انگریزی دواوں میں

نکھل کر بائیں سکھتے ہی
لگیں لئے نکھل کر اٹا دے

بچہ لے بچہ لے بچہ لے اونہ
لکھ لے لکھ لے لکھ لے بیٹھ لے

پوچھ لے پوچھ لے رہا ہے سکھا بچہ تھا
لکھ لے لکھ لے لکھ لے لکھ لے لکھ لے لکھ لے

لکھ لے لکھ لے لکھ لے لکھ لے لکھ لے
لکھ لے لکھ لے لکھ لے لکھ لے لکھ لے

شبم ہوں۔ سُرخ پھول پر بکھرا ہوا ہوں میں
دل موں۔ اور دھوپ میں بیٹھا ہوا ہوں میں

کچھ دیر بعد را کھ ملے گی تمہیں .. یہاں
تو بن کے اس چراغ سے پٹا ہوا ہوں میں

دنیا ہے بے پناہ تو جسے پور زندگی
دو عورتوں کے منجھ میں لیٹا ہوا ہوں میں

دو سخت خشک روٹیاں کب سے لئے ہوئے
پانی کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہوں میں

لادی اٹھا کے گھاٹ پر جانے لگے ہرن
کیسے عجیب دور میں پسیدا ہوا ہوں میں

بہتر ہوں لوٹ جاؤں میں اپنی زمین پر
کس آس پر حنلاڑوں میں ٹکا ہوا ہوں میں

نس نس میں پھیل جاؤں گا بیمار رات کی
پکوں پہ آج شام سے سمٹا ہوا ہوں میں

اوراق میں چھپا تی خنی اکمش روہ تسلیاں
شاید کسی کتاب میں رکھا ہوا ہوں میں

خدا خلیل نے اپنے خدیجہ کی مدد کی جاتی تھی
جس لالہ طلب کر رہا تھا۔ جس لالہ اپنے ایسا

خدا خلیل نے اپنے خدیجہ کی مدد کی جاتی تھی
جس لالہ طلب کر رہا تھا۔ جس لالہ اپنے ایسا

خدا خلیل نے اپنے خدیجہ کی مدد کی جاتی تھی
جس لالہ طلب کر رہا تھا۔ جس لالہ اپنے ایسا

خدا خلیل نے اپنے خدیجہ کی مدد کی جاتی تھی
جس لالہ طلب کر رہا تھا۔ جس لالہ اپنے ایسا

سلئے اترے پنچی لوٹے، بادل بھی چھلنے والا ہے
لیکن میں وہ ٹوٹما تارا جو گھر سے جانے والا ہے

پھر صبح ہوئی آنکھیں کھولیں، کپڑے بدین فیتے باہمیں
اس شہر کے بائے میں سوچیں جو شہر اب آنے والا ہے

کل شب اک دیران مسجد میں اس نے میرے آنسو پوچھے
جو ہم سب کی سوکھی شاخوں پر پھول کھلانے والا ہے

ہم ریت کے جلتے ذرتوں کو یہ دھوپ ہی چکائے ورنہ
دریا بکترانے والا ہے، بادل ترسانے والا ہے

جنگنہ چکے تو میں چونکوں، تارا نکلے تو میں سہموں
جیسے ہر کوئی میسر ہی گھر آگ لگانے والا ہے

جس چھپر کے نیچے گاؤں کے بوڑھے حقہ پتے ہیں
اس چھت کے ایک پاگل رڑکا اب آگ لگانے والا ہے

جس آئینے کو پس میں تم رکھے چھرتے تھے ٹوٹ گیا
یہ دھوپ کا شیشہ آنکھوں پر نیزے چکانے والا ہے

قدم جمانا ہے اور سب کے ساتھ چلنا بھی
ہم اپنی راہ کے پتھر میں اور دریا بھی

مگر جو فاصلہ پہلے تھا در بڑھتا گی
میں اُس کے پاس گیا وہ دھر سے گزرا بھی

بہت ذہین و زمانہ شناس تھا میکن
وہ رات نجپوں کی صورت لپٹ کے رویا بھی

یہ خشک شاخ نہ مر سبز ہو سکی اُس نے
نجھے گلے سے لگایا پاک سے چوما بھی

○
چراغ جلنے سے پہلے ہمیں پنچھا ہے
ڈھکے ہوتے ہے پھراؤں کو آج کھرا بھی

ہزاروں میل کا منظر ہے اس نیگنے میں
دراساً آدمی دریا ہے اور صحراء بھی

وہی شرارہ کہ جس سے جلس گیت پلکیں
ستارہ بن کے مری رات میں وہ چکا بھی

اثر وہی ہوا آخر اگر چہ پہلے پہلے
ہوا کا ہاتھ گلوں کے بدن پہ مپسلا بھی

انہیں تو حفظ تھے سب اپنے لوگ نام بنا
ہمیں کو یاد نہ آیا کسی کا چہرہ بھی

مَنْ أَنْتَ نَعْلَمُكَمْ أَحَبُّكَنَا
نَعْلَمُ مِنْ أَنْتَ إِنْ شَاءَ لِيَجْعَلَكَنَا

رَبِّكَنَا لَكَنَا مَلِكُكَنَا حَمِيرَكَنَا
أَنْتَ مَنْ شَاءَ لَبَأْنَانِيَنَا

رَبِّكَنَا لَكَنَا مَلِكُكَنَا حَمِيرَكَنَا
أَنْتَ مَنْ شَاءَ لَبَأْنَانِيَنَا

چاند کا ٹکردا نہ سورج کا نمائندہ ہوں
یہ نہ اس بات پر نازاں ہوں نہ شرمندہ ہوں

دفن ہو جائے گا جو سیکڑاں من میٹی میں
غالباً میں بھی اسی شہر کا باشندہ ہوں

زندگی تو مجھے پہچان نہ پائی سیکن
لوگ کہتے ہیں کہ میں تیرا نمائندہ ہوں

پھول سی قبر سے اکثر یہ صد آتی ہے
کون کہتا ہے بچالو میں ابھی زندہ ہوں

تن پہ کپڑے میں قدامت کی علامت اور میں
سر برہنہ یہاں آجائے پر شرمند ہوں

دقیقی اس طرح میں نے کبھی سوچا ہی نہیں
کون ہے اپنا یہاں کس کے لئے زندہ ہوں

یادا ب خود کو آرہے ہیں ہم
پچھے دنوں تک خدا رہے ہیں ہم

آرزوؤں کے سُرخ پھولوں سے
دل کی بستی سجارہ ہے ہیں ہم

آج تو اپنی خاشی میں بھی
تیری آواز پار ہے ہیں ہم

بات کیا ہے کہ مچے زمانے کو
یاد رہ رہ کے آرہے ہیں ہم

ہر بے زبان گل میں چکنے لگے ہیں، ہم
دولت گئی تو اور مہکنے لگے، میں ہم

غُربت بُرانشہ ہے اسی کا اثر نہ ہو
اب بات بات پر جو بہکنے لگے میں ہم

مٹی کی بآس اپنے بدن کی ایسی محنتی
یہ تیرا قرُب ہے کہ مہکنے لگے میں ہم

دُنیا سمجھ رہی تھی کہ اب راکھ ہو چکے
کیسی ہوا چلا دی۔ دہکنے لگے میں ہم

جن کی زبان میں کٹ گئیں مجھوں کے نام پر
ان بُلبُسوں کی طرح چکنے لگے میں ہم

پھنسیں یا ہوں یا لکھ پھنسا، اے
یا لگا یا لگا سلے حمد و نب احمد

کریم اللہ تعالیٰ پر جبرا یا کل شفیع
لعلہ یا گنہ لات اے آن الملاک ہاں بنا



ہمہ وقت رنج دملال کیا جو گزر گیا سو گزر گیا
اسے یاد کر کے نہ دل دکھا جو گزر گیا سو گزر گیا

نہ گھل کیا، نہ خفا ہوتے یونہی راستے میں چُدا ہوتے
نہ توبے وفا نہ میں بے وفا، جو گزر گیا سو گزر گیا

وہ غزل کی اک کتاب تھا دھل گلوں میں اک گلاب تھا
ذرا دیر کا کوئی خواب تھا جو گزر گیا سو گزر گیا

مجھے پت جھڑوں کی کہانیاں نہ سنائیں کے اُد اس کر
تو خزان کا بچوں ہے مسکرا جو گزر گیا سو گزر گیا

وہ اُداس دھوپ سہیٹ کر کمپیں دادیوں میں اُتر جکا
اسے اب نہ فے مرے دل صدا جو گزر گیا سو گز گیا

یہ سفر بھی کتنا طویل ہے یہاں وقت کتنا قلیل ہے
کہاں لوٹ کر کونی آئے گا جو گزر گیا سو گز گیا

وہ ذہایں تھیں کہ جفا میں تھیں زیر سوچ کس کی خطا میں تھیں
وہ ترا ہے اس کو گلے رگا جو گزر گیا سو گز گیا

کونی فرق شاہ و گدا نہیں کہ یہاں کسی کی بقا نہیں
یہ اجڑ مخلوں کی سُن صدا جو گزر گیا سو گز گیا

تجھے اعتبار و قیں نہیں، نہیں دنیا اتنی ب瑞 نہیں
نہ ملال کر مرے ساتھ آ جو گزر گیا سو گز گیا

شیشہ بھی آج سرمد و منصور ہو گیا
آئینہ تجھ کو دیکھ کے مغسر ور ہو گیا

کاغذ میں دب کے مر گئے کیرٹے کتابے
دیوانہ بے پڑھے لکھے مشہور ہو گیا

محلوں میں ہم نے کتنے ستارے سجادیتے
لیکن زمیں سے چاند بہت دور ہو گیا

تنهاییوں نے توڑ دی ہم دونوں کی انا
آئینہ بات کرنے پر محجور ہو گیا

دادی سے کہنا اس کی کہانی سنائیے
وہ بادشاہ جو عشق میں مزدور ہو گی

صحیح وصال پوچھ رہی ہے عجائب سوال
وہ پاس آگیا کہ بہت دُور ہو گی

کچھ بھل ضرور آئینگے روٹی کے پڑیں میں
جس دن مرام طالبہ منظور ہو گیا

آہن میں ڈھلتی جائے گی اکیسویں صدی
پھر بھی غزل سنائے گی اکیسویں صدی

بعداً دلی، ماسکو، لندن کے درمیان
بارود بھی بچھائے گی اکیسویں صدی

جل کر جورا کھ ہو گئیں دنگوں میں اس برس
ان جھگیوں میں آئے گی اکیسویں صدی

اک یاترا ضروری ہے نافوئے کے پاس
رکھ پر سوار آئے گی اکیسویں صدی

تمہذب کے بار اُتر جائیں گے جناب
ڈالر میں گنگناۓ گی اکیسویں صدی

لے جا کے آسمان پہ تاروں کے آس پاس
امریکہ کو گراۓ گی اکیسویں صدی

پھر سے خدا بنائے گا کوئی نیا جہاں
دنی کو یوں مٹائے گی اکیسویں صدی

کمپیوٹروں سے غزیں لکھیں گے بشریت
غالب کو بھول جائے گی اکیسویں صدی
(فبروری ۱۹۹۳)

بیک نظر



- (۱) سید گلہر شیر سختاں: بدآ
تعالیم: ایم۔ اے، پی، اپچ، جوی (ملیٹیک)
تعالیں امتیازات: -
۱۹۶۰ء میں احمد سالم بیرونی سینگھنی کی امانت،
میں غالب نہیں ترتیب داہی سے بیرونی کے
کتاب صورت میں شائع کیا۔
- (۲) ایم۔ اے (پیوس)، میں ملی احمد سالم بیرونی
کے قائم مصائب کے ایم۔ اے (پیوس) کے
ظہار میں اول رتبے بر سر کیجاتاں اسکا انتہا۔
- (۳) ایم۔ اے اور وہ میں فرشت دوڑن اور فرشت
پڑھن لائے پر بیرونی اولاد میڈیل اوسارے
مصائب کے تایپس میں فرشت دیتے پر ادا
کرشنہن پر ارزشنا۔
- انعامات: اکانی (وزراءں کا پیدا گوئی، پر اداؤں کی بونی کا انعام
امیج (زیر وزیر کو درسے گونے) پر اردو اکیڈمی
بیوق کا انعام ۱۹۶۷ء۔
- امداد (وزراءں کا پیدا گوئی، پر اداؤں کی بونی کا انعام ۱۹۶۸ء)
- امداد (وزراءں کا پیدا گوئی، پر اداؤں کا ایشیک کا انعام ۱۹۶۹ء)
- سفر: پاکستان رو بار
کنادا (ایک بار)
امریکہ (تین بار)
- دُوچی، شارجہ، العقیلی، بحرین، مستعد، دوما (قطر)
- فراض اور امتیازات:
- (۱) مہرسا پتنس اکاؤنٹی، سند (دہلی)
(۲) رکن مجلس انتظامی اور مجلس عاملہ و اکیڈمی کنونٹ
(۳) رکن مجلس انتظامی میں ترقی اردو بورڈ کی کمیٹی کی کامت
چند (دہلی) -
- (۴) صدر بورڈ آف سینڈیورز، رائسر جنرل آری کمیٹی،
میٹھی بیرونی، بیرونی، میٹھی
- (۵) اکپرٹ، انعامی کمیٹی، پنجابی بورڈ کی کامت اکاؤنٹ
- (۶) مہرسا بورڈ آف سینڈیورز کرکٹ مشیر بیرونی